PUBLICATION NO: 05

پیغام

حجۃ الاسلام

شہزادۂ اعلیٰ حضرت علامہ حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ



مشمولات:

- ❖ تبلیغ: ہمارا پہلا مقصد
- ❖ بچوں کی تعلیم
- ❖ باہمی اصلاح کی تدابیر
- ❖ اغیار کے ساتھ ہمارا برتاؤ
- ❖ تفرقہ اور اقوام

ماخوذ از: خطبہ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس (مراد آباد)

۲۰ تا ۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء

ناشر:

سنی ریسرچ فیڈریشن

SRF
Sunni Research Federation

www.nizamemustafa.in

پیغام

حجۃ الاسلام

شہزادۂ اعلیٰ حضرت علامہ حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

ماخوذ از: خطبہ صدارت آل انڈیا سنی کانفرنس (مراد آباد)

۲۰ تا ۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء

SRF

Sunni Research Federation

ناشر:

سنی ریسرچ فیڈریشن

www.nizamemustafa.in

مشمولات:

- تبلیغ: ہمارا پہلا مقصد
- بچوں کی تعلیم
- باہمی اصلاح کی تدابیر
- اغیار کے ساتھ ہمارا برتاؤ
- تفرقہ اور اقوام

دردمندان اسلام!

دردمندان اسلام کس سوز و گداز میں ہیں اور ان کی راتیں کس بے چینی سے سحر ہوتی ہیں، ان کے دماغ کس پیچ وتاب میں رہتے ہیں۔ لیل و نہار کی ساعات ان پر کیسے مکدر اور کرب واضطراب میں گزرتے ہیں۔ حسرتوں کی تصویر میں اور امیدوں کے بن بن کر بگڑنے والے نقشے ان کے لیے عذاب جان ہو رہے ہیں۔ میں خود بھی مدتوں سے اس سر گردانی میں ہوں، بایں خیال کہ کوئی عالی دماغ، دردمند مذہب، اس مقصد کے لیے کوئی تدبیر اور مسلمانوں کے فلاح واصلاح کا کوئی مؤثر وکامیاب طریقہ تجویز فرمائے تو وہ ان کے حق میں نافع ہوگا، میری فکر کیا چیز ہے جو پیش کرنے کے قابل ہو۔ لیکن جب کسی طرف سے صدا نہ اٹھی، کسی بزرگ نے کوئی کافی رہنمائی نہ کی اور مسلمانوں کے لیے حالات موجودہ کے اعتبار سے کوئی دستور عمل تجویز نہ کیا گیا تو بہ مجبوری میں نے قصد کیا کہ اپنے خیالات کو قلم بند کر کے حاضر کروں، اہل علم اور اہل رائے اس میں جو تدبیر مناسب اختیار فرمائیں براہ کرم خاکسار کو اس سے مطلع فرمائیں۔

تبلیغ: ہمارا پہلا مقصد

ہمارا پہلا مقصد تبلیغ ہے۔ جس دن سے اسلام دنیا میں چمکا اسی روز سے اس کی شعاعوں نے دشت وجبل، بروبحر کو اپنا فیض پہونچانا شروع کیا۔ داعی اسلام علیہ الصلاۃ والسلام کی پہلی صدادین کی تبلیغ تھی اور تمام عمر شریعت، کالمحہ لمحہ تبلیغ میں صرف ہوا۔ حضور سے پہلے جو ربانی ہادی انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام تشریف لاتے رہے وہ بھی ہمیشہ تبلیغ فرماتے رہے اور اسی وجہ سے انہیں بے شمار جانکاہ اور خطرناک مصیبتیں اور ایذائیں برداشت کرنا پڑیں جن کو رضائے الٰہی کے لیے وہ بخوبی برداشت فرماتے رہے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے صحابہ (رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین) اور تابعین کا ہر فرد اسلام کا مبلغ تھا اور ایسا مبلغ کے اس کی زندگی کا مقصد تنہا اسلام کی تبلیغ تھی اور بس۔ اس تبلیغ کے لیے انہوں نے کیسی کیسی محنتیں اٹھائیں، مشقتیں برداشت فرمائیں، جانیں نذر کیں، مال فدا کیے، یہ ان کے کارناموں پہ نظر ڈالنے سے ظاہر ہے۔ ان کے بعد کے مسلمان بھی اسی طرح اس میں مصروف رہے کہ ان کے احوال کا مطالعہ انسان کو حیرت میں ڈالتا ہے۔ اقالیم وممالک کے فاتحین وسیع اور زرخیز ملکوں پر قابض ہو کر دولت ومال اور حکومت وسلطنت کی پرواہ نہ کرتے تھے، دین کا اعلان اور اسلام کی تبلیغ وہ چیز تھی جو ان کا نصب العین رہتی تھی۔ جب تو ان کے غلاموں نے سلطنتیں کیں،

اور ایسی سلطنتیں کہ تاجداری کا عہدہ درویشی اور دین داری کی زندگی کا اعلی نمونہ ہے، وہ تخت سلطنت پر متمکن رہ کر ایک نادار فقیر کی طرح بسر اوقات کرتے تھے۔ سلطنت کے معمور خزانوں کے باوجود ان کی معاش ان کے اپنے ہاتھ کے کسب پر موقوف تھی، ان کا طرز عمل دینداری اور پاکبازی کا بہترین معلم تھا۔ غرض مسلمانوں کے جس طبقہ پر نظر ڈالیے وہ اسلام کا مبلغ نظر آتا ہے۔ بادشاہ ہے تو مبلغ، وزیر ہے تو مبلغ، امیر ہے تو مبلغ بینوا فقیر ہے تو مبلغ، حضر وسفر میں تبلیغ، بر و بحر میں تبلیغ، دنیا میں دھوم مچادی، غلغلے ڈال دیئے زمانہ معمور کر دیا، جہاں رنگ ڈالا عالم کو اسلام کا متوالہ بنادیا۔ سرزمین کفر میں توحید کی صدائیں بلند کیں، گنگا اور جمنا کے کنارے برج اور کاشی کے میدان پرستاران توحید اور علمبرداران اسلام سے بھر دیئے، جو قومیں صدیوں سے تاریکی میں تھیں، جن کی پشتہا پشت سے بت پرستی آبائی ترکہ چلی آتی تھی، ان کے دل منور کیے، اللہ واحد لاشریک لہ کے حضور ان کی گردنیں جھکائیں، جہاں ناقوس بجتے تھے وہاں سے قرآن پاک کی آوازیں گونجنے لگیں، غرض ہر قرن میں مسلمان مصروف تبلیغ رہے، اور یہی انہیں حکم تھا۔

مدرسۃ التبلیغ

یہ عرض کرنا بھی بے محل نہ ہوگا کہ علاقہ راجپوتانہ میں تبلیغ کے سلسلہ میں معقول تعداد کام کرنے والوں کی دو ڈھائی سال سے مصروف عمل ہے،اس میں بہت سے افراد ناکارہ بلکہ بعض مضر اور سخت مضر ثابت ہوئے، ان سے بجائے فائدے کے ایسے نقصان پہنچے جن کی تلافی دشوار تھی،اس کا باعث اکثر واغلب ان کی ناتجربہ کاری اور کام کی ناواقفیت تھی۔اس تجربہ کے بعد یہ طرزِ عمل اختیار کیا گیا کہ نئے آدمیوں کو کارکردہ لوگوں کے ساتھ رکھ کر کچھ دنوں کام سکھالیا جاتا تھا تب انہیں کسی مقام پر بھیجا جاتا تھا۔لیکن ایسا کہاں تک ممکن ہے اور اس طرح کتنے آدمی کام کے قابل ہو سکتے ہیں،اس لیے ضرورت ہے کہ کم از کم ایک مدرسہ تبلیغ کھولا جائے جس میں مدرس، مبلغ اور مناظر کے تین امتحان ہوں،اسی مدرسہ کے سند یافتہ سلسلہ تبلیغ میں رکھے جائیں۔اس ضرورت پر نظر کرکے انجمن اہل سنت و جماعت مراد آباد نے مدرسۃ التبلیغ کی تجویز کی جس کے قواعد وضوابط اور نصاب اور مدت تعلیم آپ کے ملاحظہ کے لیے آخر میں درج کی جائے گی،اس مدرسہ کے لیے اور ملک کے عام تبلیغی مدارس کے لیے اور مسلمانوں کی اعانت و حفاظت کے لیے بہت سی جدید تصانیف کی بھی ضرورت ہے جس کو قابل اور واقف کار لوگوں کی ایک جماعت اپنے ذمہ لے، پھر اس کی طبع واشاعت،یہ خود ایک

مستقل کام ہے جو تبلیغ کے ماتحت انجام دینا ضروری ہے،اس کے لیے جو ضروری امور ہیں ان کو میں اس وقت بحث میں نہیں لانا چاہتا، میں اس طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ یہ تمام کام کوئی ایک شخص یا جماعت ہندوستان کے کسی ایک مقام پر بیٹھ کر انجام نہیں دے سکتی، نہ کوئی وفد تمام ملک کا دورہ کر کے اس مقصد میں کامیابی کا ذمہ لے سکتا ہے، میدان عمل کی وسعت عقل کو حیران کرتی ہے، دشمن کی سبھائیں اور تعلیم گاہیں ملک کے گوشے گوشے میں کام کر رہی ہیں، ایسی حالت میں بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ملک کے اطراف و جوانب اور صوبہ صوبہ سے با اثر علماء اور حامیان ملت کو حرکت دی جائے اور انہیں ان ضروریات سے باخبر کر کے تمام ملک کی ایک متحد مشترک جماعت اس کام کی سرپرست بنائی جائے، اس جماعت کے وفود ملک میں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے پھیل پڑیں اور جس صوبہ میں وفد جائے وہاں کے مقامی علماء اس کے ساتھ کام کریں، اس طرح جا بجا اضلاع و قصبات میں تبلیغی جماعتیں اور دینیات کے مدارس اور دیہات میں اسلامی مکاتب جاری کر دیئے جائیں۔

یہ تمام مدارس و مکاتب ایک سلسلہ میں مربوط ہوں اور ایک نظم محکم کے ماتحت کام کرتے رہیں، اس کی پہل تو میرے خیال میں یہ ہے کہ اضلاع و قصبہ جات میں تبلیغی جماعتیں قائم کی جائیں، یہ ہوش مند شائستہ نیک چلن ہمدردان ملت ان کے ممبر بنائے جائیں، ہفتہ وار ان

مجلسوں کا جلسہ ہوتا رہے، جس میں ہفتہ بھر کے کام کی جانچ اور آئندہ ہفتہ کے کام پر رائے زنی کی جائے ۔

ان جماعتوں میں دو قسم کے ممبر ہوں ، ایک وہ جو مالی اعانت کریں ان کا نام اراکین ہو ، دوسرے وہ جو علمی خدمات کے لیے اپنا وقت پیش کریں، ان کا نام عاملین، ہر پر گنہ کے متعلقہ دیہات حلقوں پر تقسیم کر دیئے جائیں، پانچ پانچ، چار چار دیہات کا جیسا جہاں مناسب ہو حلقہ مقرر کر دیا جائے، پر گنہ کی تبلیغی انجمن کے عاملین میں سے ان کی تعداد کے لحاظ سے دو دو یا تین تین ممبروں کو ایک ایک حلقہ دیا جائے، یہ ممبر اپنے حلقہ کے دورے کرتے رہیں اور اس حلقہ کے مسلمانوں کی تعداد میں وہ تمام مساعی صرف کریں جن کی انہیں انجمن سے ہدایت ملے، انجمن کے دفتر میں ان حلقوں کی ایسی فہرستیں مکمل رہنا چاہیے جن کا نقشہ ذیل میں درج ہے۔

یہی ممبران دیہات میں مسلمانوں کی تعلیم کا انتظام بھی کریں، جہاں قریب قریب چھوٹے چھوٹے کئی گاؤں ہوں وہاں دو یا چار گاؤں کے لیے کسی ایک ایسے گاؤں میں مدرسہ قائم کر دیا جائے، جس میں قریب کے دیہات کے لڑکے بآسانی پہونچ سکیں، اور بڑے گاؤں میں جداگانہ مدرسہ کھولا جائے ، ان مدارس میں بچوں کی تعلیم کے لیے وقت معین ہو اور ایک وقت جوانوں اور بوڑھوں کو دینیات کی تعلیم دینے کے لیے رکھا جائے اور یہ تعلیم تقریر کے ذریعہ

سے ہوتا کہ ناخواندہ لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔ مدرسہ قائم کرتے وقت سب سے پہلے گاؤں کا ایسا شخص تلاش کرنا چاہیے جو تعلیم دینے کی صلاحیت رکھتا ہو، اگر وہ لوجہ اللہ اس خدمت کو قبول کرے بہت بہتر ورنہ کوئی قلیل معاوضہ اس کے لیے مقرر کر دیا جائے، اور جہاں دیہات میں پڑھے ہوئے لوگ نہ ملیں وہاں لامحالہ باہر سے انتظام کرنا پڑے گا۔

بچوں کی تعلیم

ابتداء میں بچوں کو اسلامی قاعدہ (مصنفہ مولانا مولوی امجد علی صاحب اعظمی) یا اور کوئی قاعدہ جو انجمن اہل سنت یا مدرسۃ التبلیغ نے منظور کیا ہو شروع کیا جائے، قرآن پاک کی تعلیم لازمی ہے، اس کے ساتھ ساتھ دینیات کے لیے بہار شریعت پڑھائی جائے۔ جب اردو کی کچھ استعداد ہو جائے تو تاریخ حبیب الہ پڑھائی جائے، اس کے ساتھ ہی بقدر ضرورت حساب بھی سکھایا جائے، لکھنے پر خاص توجہ مبذول رہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام بھی نہایت ضروری ہے اور اس میں دینیات کے علاوہ سوزن کاری اور معمولی خانہ داری کی تعلیم تا بحد امکان لازمی ہے، پردہ کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، بوڑھے، جوان، کاشتکار، مزدور، محنتی لوگ جو پڑھنے کا وقت نہیں پاتے انہیں روزانہ ایک وقت مقرر کرکے بہار شریعت کے مسئلے سمجھا کر سنائے جائیں اور کوشش کی جائے کہ اس پر عمل بھی کر لیں۔ اس طرح قصبات میں محلہ دار مدرسے کھولے جائیں اور نصاب مسطور پڑھایا جائے، ایک مدرسہ ان چھوٹے مدرسوں سے زیادہ نصاب کا بھی کھول دیا جائے جن میں چھوٹے مدرسوں کے طلباء اپنی تعلیم پوری کرنے کے بعد زائد تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخل ہوں۔ علاوہ بریں انگریزی مدارس کے طلبہ کے لیے مدرسۃ اللیل کھولا جائے جس میں ایک گھنٹہ انہیں دینیات کی تعلیم دی جائے، قصبات کے مدرسوں

میں ممکن ہو سکے تو عربی فارسی کا محدود نصاب بھی داخل کر دیا جائے، اور اگر دیہات کا کوئی طالب علم چاہے تو اس کو اپنے مقامی مدرسہ سے سند حاصل کرنے کے بعد قصبہ کے مدرسہ میں اس سے اعلی تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخلہ کی اجازت دی جائے۔

ضلع کا مدرسہ اس سے اور زیادہ بڑا ہونا چاہیے اور وہاں ایک عالم کم از کم رہنا ضروری ہے، اگر بالفعل ممکن نہ ہو سکے تو معمولی مدرسہ کھول کر بتدریج ترقی کی جائے، اگر کسی ضلع میں مسلمانوں کی تعداد کم ہو اور وہاں کے تمام مصارف برداشت نہ کر سکیں تو صدر دفتر صوبہ سے استدعا کی جائے کہ وہاں کی تعلیم کی اعانت کرے، ملک میں ایسے کامل النصاب مدرسے ہونا ضروری ہیں جو جملہ علوم وفنون کی تکمیل کا عمدہ ذریعہ ہوں، بلکہ ہر صوبہ میں کم از کم ایک ایسا مدرسہ ہونا ضروری ہے، ان سب مدارس کو مدرسہ عالیہ کہنا چاہیے، باقی تمام مدرسے ان کے ماتحت ہوں، اور مدارس عالیہ مدارس ماتحت کی نگرانی کے ذمہ دار قرار دیے جائیں اور حسب ضرورت ان مدارس کو ان سے مدد بھی ملے، یہ جملہ مدارس ایک جمعیۃ عالیہ کے ماتحت ہوں، ایک محکمہ تصنیف ہونا چاہیے، جس میں ملک کے منتخب افاضل شامل ہوں، اور وقتی ضروریات کے علاوہ جو دفعتا پیش آئیں، باقی ہر تصنیف جمعیۃ عالیہ کی پسندیدگی اور منظوری کے بعد قابل رواج سمجھی جائے، یہ بہت فتنوں اور اختلافوں کا سد باب ہے۔

ہر کامل النصاب مدرسہ میں ایک دارالافتاء بھی ہو مگر اہم فتاوی جمعیۃ عالیہ کے ملاحظہ کے لیے بھی بھیجے جائیں اور تا مقدور ہر طبع ہونے والی چیز جمعیۃ عالیہ کے اذن سے طبع کی جائے، واعظ، مدرس، مناظر، مفتی سب کے لیے ایک ضروری نصاب لازمی ہو جس کی تکمیل کے بعد انہیں جمعیۃ عالیہ یا اس کے ماتحت کسی کامل النصاب مجاز مدرسہ سے سند دی جائے، موجودہ اصحاب جو ان عہدوں پر کام کر رہے ہیں سند سے مستثنیٰ کیے جائیں مگر فتویٰ اور تصنیف بہر حال محکمہ تصنیف کی تصدیق و منظوری کے بعد قابل قبول سمجھا جائے۔

تبلیغ کا کام

ہر مدرسہ کا مقصد تبلیغ ہے اور اس کو اس میں بھی سعی بلیغ لازم تمام مدارس بالخصوص قصبوں اور ضلعوں کے طلبہ کو تبلیغ کے اصول سکھائے جائیں اور ہر مدرسہ میں منتخب طلبہ ہفتہ میں دو روز تبلیغ کا کام کریں، مدرسوں کے مدرس بھی دورے کریں تبلیغی کاروائیوں کی اصلاح صدر دفتر میں اور اہم امور کی اس کے علاوہ دفتر جمعیۃ عالیہ میں ضرور دی جائے ان دوروں میں دیہات کے مدرسین کو ان کے حلقہ میں ساتھ رکھیں، ہر ضلع میں کم از کم ایک مدرس مدرسۃ التبلیغ کا سند یافتہ ہونا ضروری ہے جو مناظر کی سند رکھتا ہو۔

علاوہ بریں واعظین کی ایک معقول تعداد ہر صوبہ میں رہنا چاہیے جو برابر دورے کر کے اشاعت اور تبلیغ کی خدمت انجام دے اور مسلمانوں کی علمی اصلاح کرے، ہر صوبے کی جماعت واعظین وہاں کے مدرسہ عالیہ کے صدر مدرس کی زیر نگرانی کام کرے اور اپنی مفصل کارگزاری کا ہفتہ وار نقشہ مدرسہ عالیہ کے محکمہ تبلیغ میں بھیجا کرے، ہر مدرسہ عالیہ کا صدر مدرس محکمہ تبلیغ کا صدر ہو گا محکمہ تبلیغ کے صدر کا فرض ہے کہ صوبہ کے واعظین کے کام کی نگرانی اور جانچ میں ہر امکانی سعی کام میں لائے۔

باہمی اصلاح کی تدابیر

نماز کی پابندی کرو، جماعتوں میں حاضر ہو، اس سے تمہیں اپنے بھائیوں کے ساتھ ملنے اور ان کے حالات دریافت کرنے کا موقع ملے گا اور باہمی محبت زیادہ ہو گی۔ اس پنج وقتہ اجتماع میں یہ لحاظ رکھو کہ اگر محلہ کے کسی مسلمان کو دوسرے سے ادنیٰ شکایت ہو تو دوسرے مسلمان درمیان میں پڑ کر اس کو فوراً رفع کر دیں اور اس کے لئے اپنے تمام اثر کام میں لائیں۔ ہر مسلمان دوسرے کا خیر خواہ، مداح، ثنا گر بھی ہو اور محتسب بھی، اپنے بھائی کی ہر طرح حفاظت کرے، دوسروں کی نظر میں ذلیل نہ ہونے دے، کسی بدی میں مبتلا پائے تو پوری قوت سے بچائے، اخلاقی دباؤ اور محبت کی تاثیر وہ کام کرتی ہے جو سخت ترین سزاؤں سے نہیں نکل سکتا۔ سمجھانے کے لئے محبت کے لہجے اور خوشگوار طرز گفتگو اختیار کرو، وہ انداز کلام بالکل ترک کر دو جو دوسرے کو ناگوار ہو، تمہاری زبانیں شیریں ہوں، تمہاری باتیں پیاری ہوں، تمہارا طرز عمل محبت پیدا کرنے والا ہو، یہ وہ تعلیم ہے جو اسلام دیتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے،

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ

حضور علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچے۔

دوسری حدیث شریف میں ارشاد فرمایا:

قلت ما الاسلام؛ قال: طیب الکلام و الطعام

حضور سے دریافت کیا گیا اسلام کی شان کیا ہے، فرمایا خوش کلامی اور میزبانی۔

ایک اور حدیث شریف میں ارشاد فرمایا:

ان تحب للناس ما تحب لنفسك و تكره لهم ما تكره لنفسك

یعنی فضائل ایمان میں سے ہے کہ تو اور لوگوں کے لئے وہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور دوسرے کے لئے گوارہ نہ کرے جو اپنے لئے گوارہ نہ ہو۔

ایک اور حدیث میں وارد ہوا:

ان طلق اخاك بوجه طليق

اپنے بھائی سے ملے تو کشادہ دلی کے ساتھ

اسلامی اخلاق پیدا کیجئے، اس خوشبو میں بس جائیے تو آپ پھول کی طرح سر پر چڑھائے جائیں گے اور یوں اتفاق کے لئے خالی لیکچر تھوڑی دیر کی واہ واہ اور زینت بزم کے سوا کچھ نہیں رکھتے۔

اغیار کے ساتھ ہمارا برتاؤ

اس موقع پر میں یہ بات بھی صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ دیگر مذاہب مختلف فرقوں اور دوسرے دین والوں کے ساتھ ہمیں کس طرح برتاؤ کرنا چاہیے۔اس وقت ہمیں اپنی درستی اور اپنے تحفظ کی فکر دامن گیر ہے، ہماری تمام کوششیں اسی امر پر مبذول ہیں کہ ہم اپنی بگڑی حالت کو بنالیں اور اپنی روزافزوں ہلاکت کے سیلاب کو کس طرح روکیں، ہمیں جس طرح بھی ممکن ہوامن کی زندگی بسر کرنا چاہیے، جھگڑے اور نزاع کا جس راہ میں خطرہ اور اندیشہ ہو اس سے اجتناب کرنا چاہیے، مسلمان اس کے حامی ہیں۔خدا کا شکر ہے جہاں تک مجھے علم ہے کہ اب تک مسلمان ہند کے ہر مقام پر امن کے حامی رہے ہیں اور کہیں ان کی طرف سے فساد نہیں ہوا۔واقعات پر بے رعایت رائے قائم کرنے والے ہندو بھی اس سے متفق ہیں گو بعض ہندو پرست لیڈر جن کی زبان ہندوؤں کا خریدا ہوا پریس ہے، مسلمانوں کو بے وجہ موردالزام قرار دے کر اور ان پر وہ غلط و بے بنیاد الزام لگائے جو ہندوؤں نے حربی حملوں کے ساتھ قلمی اور زبانی حملوں کے طور پر مسلمانوں پر کئے ہیں اور جو بالکل واقع کے خلاف اور محض بے اصل ہیں۔میں نے اپنے مقدور تک تحقیقات بھی کیں اور فساد کے مقامات پر خود بھی اس غرض کے لئے گیا اور اپنے عزیز قائم مقاموں کو بھی بھیجا جہاں تک تحقیق و تفتیش کے ذرائع میسر آ

سکے جستجو کی گئی، یہی ثابت ہوا کہ مسلمان جنگ کے لئے تیار نہیں تھے اور انہوں نے لڑائی نہیں لڑی۔ہندوؤں نے پوری تیاری اور آمادگی کے ساتھ رائے اور مشورہ کر کے ایک منظم مقابلہ کی تیاری کے بعد مسلمانوں پر حملہ کیا اور چونکہ وہ کام ایک مشورت کے ساتھ ہوتا تھا، ان کی مجلسیں اس کام کے لئے ایک وقت معین کر لیتی تھیں، اسی وقت تمام شہر میں مختلف مقامات پر ہندوؤں کے حملے شروع ہو جاتے تھے اور مسلمان مباح الدم اور واجب القتل سمجھا جاتا تھا، مسافر، بچے، عورتیں، بوڑھے، کمزور، بہادری کی مشق کے لئے سورماؤں کے تیر ستم کا نشانہ ہیں۔

مسلمان ایسے اچانک حملوں کی مدافعت بھی نہیں کر سکتے تھے، لا محالہ مسلمانوں کو جانی مالی ہر طرح کے نقصان اٹھانے پڑتے ہیں۔ہندو چونکہ پہلے سے تیار ہیں، حملے کرنے سے پہلے ہی قانونی کارروائی کرنے کے لئے ایک مستقل جماعت تیار رہتی ہے۔وہ مارتے بھی ہیں اور مسلمانوں کو مقدمہ میں ماخوذ بھی کرا لیتے ہیں۔

طبقہ لیڈران توان کا حق نمک ادا کرنا فرض ہی جانتا ہے۔اس کے علاوہ سودی قرض دباؤ جن پر ہیں وہ مسلمانوں کے خلاف جھوٹی شہادتیں دے کر مسلمانوں کو پھنسوایا کرتے ہیں۔ہندوؤں کے اخبار ستم ایجاد خونخواروں کو مظلوم اور بے گناہ اور مظلوم مسلمانوں کو جفاکار ثابت کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں، یہ ان کا قلمی حملہ ہوتا ہے۔ہندوؤں کی ہر ایک جماعت مسلمانوں

کو ختم کر ڈالنے کے خیال میں وقف ہو گئی ہے جسے لٹھ چلانا آتا ہے وہ لٹھ سے، جو آتشیں اسلحہ رکھتا ہے وہ ان سے، جو جھوٹی شہادت دے سکتا ہے وہ اپنی زبان سے، جو حکام رس ہے وہ غلط بیانیوں سے اور جھوٹی شکایتوں سے، قانون پیشہ مفت وکالت سے، اہل قلم اور اڈیٹر خلاف واقع خبروں اور شورش انگیز مضمونوں سے ہندوؤں کی چیرہ دستی اور ستم گاری انتہا تک پہنچا دینا چاہتے ہیں اور اس کو اپنے مذہب کی اور اہل مذہب کی بہترین خدمت سمجھتے ہیں اس مذہب کی جس کی دکان کا نمائشی سائن بورڈ اہنسا (بے آزاری) ہے۔

مسلمانوں کا حکام رس طبقہ کچھ ہندوؤں کے میل جول رعایت مروت سے، کچھ ان کی اکثریت و قوت کے رعب سے، کچھ اپنی مالی کمزوری سے ہندوؤں کے خلاف مسلمانوں کی تائید میں حکام تک سچے واقعات پہنچانے سے بالکل مجبور ہے۔ وہ عام مسلمانوں کے ساتھ اپنی بے تعلقی کا اظہار اور مصیبت زدہ اور ستم رسیدہ غریبوں کے دکھ درد کا بیان اپنے لئے خطرۂ آبرو سمجھتا ہے۔ مسلمان وکیل مفت تو کیا مقدمات کی پیروی کریں کافی محنتانہ لے کر بھی بے پروائی کر جاتے ہیں اور اپنی بد اخلاقیوں سے ستم کش مسلمانوں کو اور زیادہ پریشان کرتے ہیں، غرض کوئی صورت نہیں ہوتی کہ مسلمان قانون سے بھی فائدہ اٹھا سکیں اور حکومت کی حمایت بھی ان کے کچھ کام آسکے۔

ایسی مجبور قوم کیا لڑائی کا ارادہ کرے گی اور کیا اس میں جنگ کی امنگیں پیدا ہوں گی۔اس کو ہندوستان میں رہنے والی تمام قومیں جانتی ہیں کہ فساد انگیزی میں مسلمانوں کا ذرا حصہ نہیں گو کہ ملک کے لیڈران (جو ہندو یا ہندو پرست ہیں) مظلوم اور پامال ستم مسلمانوں کو مجرم قرار دیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ہر مسلمان ہر جگہ لڑائی کے موقعوں سے طرح دیتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں کے تمام تیوہار نہایت اطمینان کے ساتھ ادا ہو جاتے ہیں، کوئی مسلمان کہیں مزاحم نہیں ہوتا لیکن جب مسلمانوں کی کوئی تقریب آتی ہے تو ہندو جھگڑے پیدا کرنے کے لئے خلاف معمول نئی نئی رسمیں نکالتے ہیں اور شورشیں پھیلاتے ہیں۔ہندوؤں کے معابد کے سامنے مسلمان کہیں کوئی شور و غوغا نہیں کرتے، ان کے کسی کام میں مخل نہیں ہوتے لیکن مسجد کے سامنے سنکھ بجا بجا کر فساد کی بنیادیں پیدا کی جاتی ہیں۔ان تمام واقعات سے یہ حقیقت نا قابل انکار ہو جاتی ہے کہ ان خونریزیوں میں مسلمان کا قصد و ارادہ بالکل شامل نہیں ہے، یہ تنہا ہندوؤں کے جوش و غضب کا نتیجہ ہے مگر اس کے باوجود میں پھر برادران اسلام سے یہی عرض کرتا ہوں کہ وہ امن پر مضبوطی سے قائم رہیں اور اپنے آپ کو جنگ سے بچانے کی پوری کوشش کریں۔اس جنگ میں مصروف ہو جانا ہماری قومی اور مذہبی زندگی کے لئے نہایت خطرناک ہے، ہمیں جہاں تک ممکن ہو اور جس طرح ممکن ہو لڑائی کے موقعوں سے طرح دینا چاہیے لیکن ساتھ ہی ہمیں اپنے جان و مال، دین و ملت کے تحفظ کے لئے ان کی چالوں سے ہوشیار و آگاہ بھی رہنا چاہیے اور یہ سمجھتے رہنا چاہیے کہ یہ دشمن موقع کی تاک میں

ہے اور موقع مل جائے تو ہمارے ساتھ کمی کرنے والا نہیں، ہم اپنے آپ کو اس موقع سے بچاتے رہیں۔ایسا نہ ہو کہ پچھلے زمانہ کی طرح دشمنوں پر اعتماد کیا جائے، اپنی باگ ان کے ہاتھ میں دے دی جائے، اپنی کشتی کا ناخدا مان کر اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں موت کے منہ میں ڈالا جائے، آنکھیں بند کر کے ان کی تقلید کرنے لگیں، جس راہ ہمیں وہ لے چلیں ہم وہ راہ چل کھڑے ہوں۔ماضی قریب کی سیاسی جماعتوں اور کمیٹیوں کے اغواء سے مسلمان ان غلطیوں کا شکار ہو چکے ہیں جن کے نتائج آج یہ رونما ہو رہے ہیں کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے استیصال پر کمر باندھ لی ہے، کہیں مرتد کرنے کی کوششیں ہیں، کہیں تیغ و تفنگ سے حملے، کہیں قانونی شکنجوں میں کسا جاتا ہے، یہ سب اسی ہندو پرستی کا صدقہ ہے جو پچھلے چار پانچ سال میں مسلمان کر چکے ہیں۔

اب بہت احتیاط کرنا چاہیے کہ کبھی ایسی غلطی میں مبتلا نہ ہوں۔ کبھی اپنے امور ان کے اختیار میں نہ دیں جس طرح وہ مقابل ہو کر ہماری جان و مال عزت و آبرو و دین و مذہب کو برباد کرتے ہیں اس سے زیادہ اعتماد حاصل کر کے دوستی کے پیرایہ میں ہمارے ہاتھوں سے ہم کو نقصان پہنچوا دیتے ہیں۔ پچھلے دور میں جب مسلمان ہندوؤں پر اعتماد کرتے تھے، انہوں نے طرح طرح کے نقصانات ہمیں ان مسلم نما ملت فروشوں سے پہنچائے جو بندۂ طمع ہندوؤں کے کارندے اور کارکن اور ان کی آواز ان کے آرگن تھے اور کٹھ پتلی کی طرح ان کے اشاروں

پر ناچا کرتے تھی۔ان کے جوش غضب و مسلم آزاری کے لئے یہ مسلمانوں پر چل جانے والے ہتھیار تھے جنھوں نے ہندوؤں کی ٹکٹیاں کاندھوں پر اٹھائیں، پیشانیوں پر قشقے لگائے، سیوا سمتی کے پر تلے گلوں میں ڈالے،اپنے ناموں کے ساتھ پنڈت،لالہ لکھوایا۔جے پکاریں، ہندوؤں میں مٹ گئے یا یوں کہیے کہ ہندوان میں حلول ہو گئے، مجمعوں میں اپنے مسلمان ہونے کا انکار کیا، طرح طرح کی خرافات کی لیکن ہندوؤں سے ناجائز منفعت کی توقع میں اور ناپاک مال کے لالچ میں مسلم کشی پر کمر باندھی،اسلامی خصوصیات و امتیازات کو مٹایا،اسلامی شعائر بند کرنے کی کوششیں کیں، شردھانند جیسے دشمن اسلام کو دلی کی جامع مسجد میں منبر پر بٹھایا، وہاں اس کی تصویریں کھنچوائیں،گنگا جمنا کی سرزمین کو مقدس بتلایا اور مسلمانوں کو طرح طرح کے نقصانات پہنچائے۔مسلمان انہیں مسلمان سمجھتے تھے، یقیناً اگر ہندوان کا واسطہ اختیار نہ کرتے تو مسلمان ان کے جال میں نہ پھنستے۔ان پر اعتماد تھا، بھروسہ تھا، ترکی کی حمایت اور حرمین طیبین کی اعانت کے نمائشی مرثیے پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو اپنی طرف سے خیر خواہِ اسلام اور دردمند ملت کا یقین دلاتے اور ان کی نوا میں اعتبار حاصل کر کے ہندوؤں کی خواہشیں پوری کرتے رہے ایسے لوگ انگریزی داں طبقات کے بھی تھے۔علماء کی وضع بھی تعداد میں کثیر نظر آتی تھی، کہاں تک مسلمان نہ بہکتے اور فریب میں نہ آتے۔مگر بارے الحمد للہ وہ ظلم ٹوٹا اور اس مکر و فریب کے راز فاش ہوئے اور مسلمانوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ

وہ خیر خواہی کے مدعی دشمن دوست نما تھے۔اب مسلمانوں کے لئے اپنے آپ کو ایسے خود غرض ملت فروش مسلم کش دشمنوں سے بچنا نہایت اہم اور بہت ضروری ہے۔

برادران ملت بہت حزم واحتیاط نہایت دانائی اور بیدار دماغی کا وقت ہے۔اگر آپ نے غفلت کی سہل نگاری سے کام لیا،ان دوست نما دشمنوں کو پھر ایک بار موقع دیا اور ان کے ذریعہ سے ہندو سورماؤں کو پھر تم پر تسلط پانے کا موقع مل گیا تو آئندہ پھر آپ کی حالت ہر گز اس قابل نہ رہے گی کہ آپ اپنے آپ کو سنبھال سکو اور کسی قسم کی تدبیر و تنظیم تمہیں فائدہ پہنچا سکے اس لئے اس مصیبت عظمٰی سے پہلے ہوشیار ہو۔دوست دشمن میں امتیاز کرو۔اب موقع ہے کہ میں اشارہ کنایہ پر اکتفا نہ کروں اور صاف کہہ دوں کہ تمہاری دشمن ہندوؤں کی کارکن جماعتیں خلافت کمیٹی اور جمعیت علما ہیں،مجھے ان کے کارناموں کی تفاصیل پر ایک حد تک عبور ہے لیکن میں وہ تمام لکھوں تو طوالت ہو اور اخبار بین اصحاب اس سے خوب واقف بھی ہیں اس لئے اس اجمال پر اکتفا کرتا ہوں اور آپ سے کہتا ہوں کہ تم ہر گز کبھی ایسی جماعت پر اعتبار واعتماد نہ کرو جو تم سے اسلام کی کوئی خصوصیت،کوئی امتیاز،کوئی ادنی رسم یا تمہارا کوئی جائز شرعی یا قانونی حق چھوڑنے کے لئے اشارہ بھی کرے۔الحذر الحذر

در بہائے بوسہ جانے طلب

می کنند ایں داستانان الغیاث

الحاصل: مسلمان، ہندو اور ہندو پرستوں سے پرہیز کریں، اپنے امور ان کے ہاتھ میں نہ دیں، اپنے آپ کو ان کی رائے کے سپرد نہ کریں، رہزنوں کو رہنما نہ بنائیں، ان کی مجالس میں شرکت نہ کریں، ان کی چکنی چپڑی باتوں اور اسلام کے دعاوی سے دھوکہ نہ کھائیں، حریفان چابک فن سے بچیں۔

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی

بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سے برادر ہو کر

ہندوؤں کے میلوں میں، مذہبی رسموں میں، کھیلوں، تماشوں، سانگوں، میں جانے سے احتراز اور پرہیز لازم سمجھیں۔ اسی طرح ان کے جلسوں میں شرکت سے اجتناب کریں، ہندوؤں کے ٹریکٹ اور اخبار جو مسلمانوں اور ان کے مذہبی پیشواؤں اور اسلامی بادشاہوں کی ہجو سے پُر ہوتے ہیں ہر گز نہ دیکھیں کہ اس کے دیکھنے سے رنج اور صدمہ اور طبیعت میں اشتعال پیدا ہوتا ہے اور کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا، باقی معاملات میں جہاں تک وہ اخلاق سے برتاؤ کریں ان کے ساتھ اخلاق برتا جائے مگر جہاں سے مذہب کی سرحد شروع ہو غیر مذہب والے سے کنارہ کیا جائے۔

تفرقہ واقوام

مختلف مذاہب ملاکر ہر گز ایک نہیں کئے جا سکتے، مذہبی جذبات کو بالکل دبادینا ممکن نہیں، کسی قوم کا اپنے مذہبی خصوصیات و امتیازات کو آپ کے اتفاق پر فدا کر دینا بالکل نامتصور، ایسی ناممکن بات کے لئے تو بارہا کوششیں کی گئیں۔ وہ اختلاف جو مسلمانوں کے شیرازہ کو درہم برہم کرتاہے اور جس کی بنیاد تکبر و غرور و نفسانیت وخود نمائی کی زمین میں رکھی گئی ہے اس کو دور کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی گئی۔ مسلمانوں کے درمیان شریعت طاہرہ نے عقائد واعمال سے تو امتیاز قائم کیاہے لیکن پیشہ اور حرفت ونسب کو ذریعہ جدال نہیں بنایا۔ آج ایک مسلمان جو بد مذہب، بے دین کافر تک کے لئے آغوش محبت روا رکھتاہے اپنے حقیقی بھائی سے ملنے کے لئے تیار نہیں اگر وہ سبزی بیچتاہے یا کپڑا بنتاہے تو مسلمانوں کو مختلف قوموں میں تقسیم کرنااور انہیں حقارت و نفرت کی نگاہوں سے دیکھنا، وہ سلام کریں تو تیوری میں بل ڈالنا اتفاق کے لئے سم قاتل ہے اور جب تک یہ خصلت موجود ہے اس وقت تک اتفاق کی طمع سعی لا حاصل ہے۔ اسلام کی قدر کرنے والا کب پیشہ اور حرفہ اور شان و صورت اور نسب و نام پر نظر ڈالتا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رومی حسین کو بلال حبشی کے قدموں پر نثار کر دیتے ہیں ،اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں متکبر رسائی سے محروم رہتے ہیں جو غریبوں

کے ساتھ بیٹھنے میں عار کرتے تھے۔ مگر مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر ہندوؤں کی خصلت اختیار کی، جیسے ان میں قومی تفرقے تھے اور وہ چھوٹی قوموں کو کتوں سے زیادہ ذلیل جانتے ہیں، کتاان کے چوکے میں آجائے توچوکاناپاک نہ ہوگا مگر چھوٹی قوم کاآدمی چوکے میں آناتودر کنار اس قابل بھی نہیں کہ صبح انہیں منہ دکھاسکے، سفر کے وقت دھوبی کاسامنے آناان کے اعتقاد میں سفر کی ناکامی کی دلیل اور فال بد ہے، اسی کی نقل مسلمان کر رہے ہیں کہ پابند شریعت راسخ العقیدہ مسلمان غربت وافلاس کی وجہ سے ذلیل وخوار سمجھے جاتے ہیں، ان کانام کمین رکھا جاتاہے، ان کو مجلس بلکہ بعض انسانی حقوق تک سے محروم کیا جاتاہے-ان متکبران نخوت شعار کا عمل ان اسلامی بھائیوں کے دلوں پر نوک نشتر سے زیادہ المناک گھاؤ کرتاہے، ان کادل اس برتاؤسے پھٹ جاتاہے، یہ انہیں حقیر وذلیل دیکھتے ہیں، وہ ان سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتاہے کہ ان کے دلوں میں ان کی ہمدردی نہیں رہتی، قرآن پاک میں ارشاد ہوا

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

تم میں زیادہ کرامت والااللہ کے نزدیک تمہارابڑاپرہیزگار ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

میرے اولیاء میرے دوست صرف پرہیز گار ہی ہیں۔

قرآن پاک تو پرہیز گاروں کو اشرف واکرم، خدا کا دوست، اس کا ولی بتاتا ہے مگر آج مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ خدا کے پرہیز گار متقی نیک بندوں کو ان کے حرفہ اور پیشہ کے درجہ سے کمین اور ذلیل کہتے ہیں اور فاسقوں، فاجروں کو، بدکاروں کو، رشوت لینے اور سود کھانے والے ظالموں کو شریف مان لیتے ہیں۔ اقوام کے یہ تفرقے اور اہل حرفت کو حقارت کی نظر سے دیکھنا مسلمانوں کے اجتماع و اتحاد کے لئے زہر ہلاہل ہے۔ اگر آپ اجتماعی قوت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جماعتی طاقت سے زبردست ہو کر دنیا کی قوموں میں عزت و وقار کی زندگی آپ کا مقصود ہے تو اپنے چھوٹوں کو بڑھایئے، چھوٹوں کو ملایئے، گروں کو اٹھایئے، ہمارا ہر بھائی خواہ وہ کوئی پیشہ کرتا ہے ہماری نگاہ میں دنیا کے تاجروں سے زیادہ عزیز و پیارا ہے، اس کو دیکھتے ہی ہمارا چہرہ شگفتہ ہو جانا چاہئے۔

یہ کس قدر افسوسناک ہے کہ ایک مسلمان کے پاس دوسری قوم کا کوئی شخص آتا ہے تو وہ اس کا اکرام اور اکرام میں یہ مبالغہ کرتا ہے کہ اپنی جگہ اس کے لئے چھوڑ دیتا ہے لیکن اگر ایک غریب مسلمان اس کے پاس پہنچتا ہے تو اس کو ان کی مجلس میں باریابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اپنوں کو جو قوم اغیار سمجھتی ہو اور اغیار کے ساتھ یگانوں سے زیادہ سلوک کرتی ہو وہ کس طرح دنیا میں کامیاب زندگی بسر کر سکتی ہے۔ ہمیں تو یہ کرنا چاہیے اور اس منافرت کو جلد از

جلد دور کرنا چاہیے جو ہماری بربادی کا باعث ہے۔اگر آپ ان سے محبت کا برتاؤ کریں گے تو وہ آپ پر دل وجان قربان کردیں گے۔

حرفے اور پیشہ کو ذلیل نہ سمجھو، یہ تمہاری کامیابی کا راز ہے، اگر آج ہم میں یہ بات نہیں ہوتی تو ہم میں صدہا گدا گر اور چور، اُچکے بھی نہ ہوتے۔پیشہ کرنا عیب قرار دیا جاتا ہے اس سے شرم آتی ہے تو نوکری اور غلامی کی زندگی اختیار کرتے ہیں۔نوکری اور خدمت گاری میسر نہیں آتی تو چوری اور گداگری کے سوا چارہ ہی کیا ہے۔خدارا ہوش میں آؤ اور تباہ کر ڈالنے والے غرور ترک کرو۔

مساجد کی انجمنیں

اب ضرورت ہے کہ ہم مساجد کی جماعت کو اپنی بہترین انجمن سمجھیں اور اس میں شریک ہو کر آپس کی محبت بڑھائیں، ستودہ اخلاق، پسندیدہ خصائل پیدا کر کے عملاً اتحاد و اتفاق کو نشو و نما دیں۔ امام ہمارا صدر مجلس ہو، تمام نمازی اراکین انجمن، ہم تن واحد کے اعضا کی طرح باہم مربوط اور ایک دوسرے کے ہمدرد و غم خوار اور معین و مددگار ہوں، اپنی درستی اور اپنے بھائیوں کی اعانت ہماری انجمن کا مقصد ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ اسلامی شوکت کا لطف آجائے۔ مسجدوں میں جماعتوں کے بعد اس پر غور کیا جائے کہ محلہ کا کون کون شخص نماز کے لئے حاضر نہیں ہوتا، اس کو حاضر کرنے کی کوشش کی جائے اور محلہ کا ہر شخص اس سے ملے اخلاق و محبت کے ساتھ، مسجد میں حاضر نہ ہونے کا سبب دریافت کرے اور عدم حاضری اظہار افسوس کے ساتھ میں محبت آمیز لہجہ میں پابندیِ جماعت کی درخواست کرے اور یہ عمل جاری رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو پابندی کی توفیق دے۔ مگر یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ اس ترغیب میں اپنی تعلے اور اس کی حقارت کا پہلو نہ نکلتا ہو۔ اماموں کی عظمت کی جائے، محلہ کے رہنے والے اپنی شادی و غمی کے کام باہم مشورہ سے کریں اور محلہ کا ہر شخص اخلاص کے ساتھ دوسرے کی شرکت و

امداد کرے، غیبت اور بد گوئی ترک کر دی جائے کہ یہ اتفاق وعداوت کی بنیاد ہے۔ ہر مسلمان اپنے مذہبی فرائض ضروریات زندگی میں سب سے اہم وافضل سمجھے۔

ہندو حملہ آور ہوں تو کیا کرنا چاہیے

اس سلسلہ میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں ہندوؤں میں حملے کی تیاریاں پائی جائیں وہاں فورا حکام کو مطلع کر کے فساد روکنے اور امن قائم رکھنے اور اپنی جان و مال کی حفاظت کی استدعا کی جائے۔

نیز یہ کوشش کی جائے کہ بازاروں اور سڑکوں میں گانے اور باجے کے ساتھ ہر جلوس ممنوع قرار دیا جائے خواہ وہ ہندوؤں کا ہو یا مسلمانوں کا، اگرچہ مسلمانوں کا کوئی جلوس دل آزار نظموں اور توہین آمیز گیتوں پر مشتمل نہیں ہوتا لیکن چونکہ ہندوؤں کے جلوس جو آئے دن نکلتے رہتے ہیں ان میں ایسی اشتعال انگیزیاں ہوتی ہیں اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ فتنہ کی بنا ہی قطع کی جائے، گو اس میں ہم پر بھی ایک پابندی عائد ہو۔